مذہبی آزادی-بقائے باہم کا ایک درخشاں اصول

(قرآن وسنت کے تناظر میں)

ریحان اختر
پروفیسر علی گڑھ یونی ورسٹی، انڈیا

اسلام ایک استدلالی وعقلی اور مبرہن ومدلل مذہب ہے۔ جسے مالک الملک نے ایک اصول وضابطے کی شکل میں کائنات انسانی میں بسنے والے لوگوں کے لئے طے کرکے دنیا میں اتار دیا ہے۔ یہ انسان کے لئے زندگی کے تمام تر شعبہ جات میں اس کی مکمل رہنمائی کرتا رہا ہے اور کرتا رہے گا، اس کی تبلیغ ودعوت کے اصول، حکمت ودانشمندی، وعظ وتلقین اور بحث ومباحثہ پر قائم ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ پر جو صحیفۂ ربانی نازل ہوا، اس نے سب سے پہلے عقل انسانی کو مخاطب کیا اور غور وفکر، فہم وتدبر کی دعوت دی کہ اسلام اپنی کسی بھی تعلیم کو لوگوں پر زبردستی نہیں تھوپتا ہے، بلکہ وہ لوگوں کو غور وفکر کا موقع فراہم کرتا ہے، حق وباطل کے امتیاز کو واضح کرتا ہے، ضلالت وگمراہی اور نجات وفلاح کے راستے سے لوگوں کو روشناس کراتا ہے پھر یہ کہ جو مذہب اپنی ترویج واشاعت کے لئے دعوت وتبلیغ، ارشاد وتلقین کا راستہ اختیار کرنے اور سوچنے سمجھنے کا لوگوں سے مطالبہ کرتا ہو، وہ بھلا کیوں کسی مذہب کے پیروکاروں کو جبر وکراہ کے ذریعہ اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرے گا اور زور زبردستی اختیار کرے گا۔ متعصبین اور معاندین اسلام اس کی اشاعت کو فتوحات اور ملکی محاربات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے ان کی زبان نہیں تھک رہی ہے کہ اسلام کو بزور شمشیر پھیلایا گیا ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ اسلام نے اپنی ذاتی خوبیوں اور محاسن سے لوگوں کو اپنا مطیع فرمان نہیں بنایا بلکہ اپنی طاقت وقوت سے جبر واکراہ کے ذریعہ دین اسلام کا قلادہ ان کی گردن میں ڈال دیا ہے اور اسی جبر واکراہ نے امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ رضا ورغبت کا لبادہ اوڑھ لیا ہے، لیکن ہم تعلیماتِ اسلام کی روشنی میں اس قسم کی مسموم ذہنیت رکھنے والوں کے باطل خیالات کو پرکھیں گے، کہ قرآنی آیات اور تعلیمات نبوی ﷺ میں مذہبی آزادی کے سلسلہ میں کیا احکام وتعلیمات موجود ہیں اور اسلام کے ماننے والے ان تعلیمات پر کتنا عمل پیرا ہوئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں کو طویل معرکہ آرائیوں سے سابقہ پڑا ہے۔ان کے یہ محاربات جارحانہ ہوں یا مدافعانہ،فتوحاتِ ملکی کے لئے ہوں یا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے،ان تمام محاربات وفتوحات کا مقصد اور حاصل یہ نہ تھا کہ کسی کو بزورِ شمشیر اور حکومت واقتدار کے بل بوتے پر مسلمان بنایا جائے،اسلام نے تو صرف اور صرف اپنی خوبیوں اور محاسن سے عالم میں رسوخ اور مقبولیت حاصل کی ہے۔اس نے جس تیزی کے ساتھ اقوام وملل کے اذہان وقلوب کو مسخر کیا اِس طرح کی نظیر دوسرے مذاہب میں دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔یہ بات کہ اسلام میں کوئی زور وزبردستی نہیں ہے،اس کو ثابت کرنے کے لئے شریعت اسلام کے اصول،رسول ﷺ کے اوصاف وخصائل،اخلاقِ حمیدہ وطریقۂ تعلیم اور پھر آپ کے بعد آپ کے صحابہؓ کا طرزِ عمل یہ ساری چیزیں تاریخ میں محفوظ ہیں۔شریعت اسلام نے بہ زور وتخویف کسی کو مسلمان بنانے کی سخت ممانعت کی ہے،قرآن کی متعدد آیات اس بات پر شاہد عدل ہیں:

(۱) لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقٰی لا انفصام لہا واللہ سمیع علیم۔ (سورہ البقرۃ ۲۵۶)

ترجمہ: زبردستی نہیں ہے دین کے معاملہ میں بے شک جدا ہوچکی ہے ہدایت گمراہی سے،اب جب کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو اور یقین لائے اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔

(۲) افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (یونس ۹۹)

ترجمہ: کیا تو زبردستی کرے گا لوگوں پر کہ ہو جائیں باایمان۔

(۳) ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ عدواً بغیر علم (الانعام ۱۰۸)

ترجمہ: اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا،بس وہ برا کہنے لگیں گے بربنائے دشمنی بغیر جانے۔

(۴) ولو شاء ربک لجعل الناس امۃ واحدۃ ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقہم وتمت کلمۃ ربک لأملئن جہنم من الجنۃ والناس اجمعین (ہود: ۱۱۸-۱۱۹)

ترجمہ: اور اگر چاہتا تیرا رب تو بنا دیتا لوگوں کو ایک جماعت اور لوگ ہمیشہ باہم اختلاف کرتے رہیں گے مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا اور پوری ہوئی بات تیرے رب کی کہ البتہ بھر دوں گا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے۔

(۵) ولو شاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعا افانت تکرہ الناس حتّٰی یکونوا مومنین (یونس ۹۹)

ترجمہ: اور اگر تیرا رب چاہتا بے شک ایمان لے کر آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے۔

(۶) ولو شاء اللہ ما اشرکوا (الانعام: ۱۰۷)

ترجمہ: اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہ کرتے۔

(۷) ان نشأ ننزل علیھم من السماء آیۃ فظلت اعناقھم لھا خاضعین (الشعراء: ۴)

ترجمہ: اگر ہم چاہیں تو اتار دیں ان پر آسمان سے ایک نشانی پھر ہو جائیں ان کی گردنیں ان کے آگے نیچی۔

(۸) انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین (القصص ۵۶)

ترجمہ: تو راہ پر نہیں لا سکتا جس کو تو چاہے لیکن اللہ راہ پر لاتا ہے جس کو چاہتا ہے اور وہ خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے۔

(۹) وما انت علیھم بجبار فذکر بالقرآن من یخاف وعید (ق: ۴۵)

ترجمہ: تو نہیں ہے ان پر زور کرنے والا سو تو سمجھا قرآن سے اس کو جو ڈرے میرے ڈرانے سے۔

(۱۰) فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر (الغاشیہ: ۲۱-۲۲)

ترجمہ: سو تو سمجھائے جا تیرا کام سمجھانا ہے تو نہیں ہے ان پر مسلط۔

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے انسانوں کو ارادہ واختیار کی آزادی دی ہے اور رد وقبول کے فیصلوں کو اس کے ہاتھوں سونپ دیا ہے۔ دین ومذاہب کے سلسلے میں وہ بالکل آزاد ہیں۔ چاہے تو قبول کر کے اپنی دنیا وآخرت کو سنواریں اور چاہے تو انجامِ بد کے لئے تیار ہو جائیں، کیونکہ اسلامی ریاست کے ذریعہ ان پر زور زبردستی، طاقت وقوت اور جبر واکراہ اور حکومت واقتدار کا استعمال کر کے اپنا ہم مذہب بنانا ناجائز ہے۔ اسی لئے تمام انبیاء ورسل کو اللہ نے پیغام رساں بنایا اور انہیں حکم دیا کہ صرف میرا پیغامِ حق ان تک پہنچا دو، تم پھر اپنے فرضِ منصبی سے آزاد ہو۔ تمہارا کام صرف پیغام رسانی کا ہے۔ وہ اپنے مذہبی رسم ورواج، دین ومذہب کے افعال واعمال کی ادائی میں قطعی طور پر کسی کے پابند نہیں ہیں، حق وباطل کا فیصلہ تو ہم کریں گے۔ لا اکراہ فی الدین اس آیت کے ذیل میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی" لکھتے ہیں:

"لا یتصور الاکراہ فی ان یومن احد اذ الاکراہ الزام الغیر فعلا لا یرضی بہ الفاعل وذا لا یتصور الا فی افعال الجوارح واما الایمان فھو عقد القلب وانقیادہ لا یوجد بالاکراہ"۔

(تفسیر مظہری، ج:۱ص:۲۸۰)

کسی کے ایمان قبول کرنے کے باب میں مجبور کرنے کا تصور بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ کیونکہ مجبور کرنے کا مطلب ہے، کسی کے سر ایسا کام تھوپ دیا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے، لہٰذا یہ چیز افعال وجوارح میں تو پائی جا سکتی ہے لیکن ایمان جو تصدیق قلبی اور انقیاد محض کا نام ہے، دباؤ کے ساتھ نہیں پایا جا سکتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفسر قرآن مولانا ابو الکلام آزاد لکھتے ہیں:

"اس اصلِ عظیم کا اعلان کہ دین واعتقاد کے معاملے میں کسی طرح کا جبر واکراہ جائز نہیں۔ دین کی راہ دل

کے اعتقاد و یقین کی راہ ہے اور اعتقاد دعوت و موعظت سے پیدا ہو سکتا ہے نہ کہ جبر و اکراہ سے۔ احکامِ جہاد کے بعد بھی یہ ذکر اس لئے کیا گیا تاکہ واضح ہو جائے کہ جنگ کی اجازت ظلم و تشدد کے انسداد کے لئے دی گئی ہے نہ کہ دین کی اشاعت کے لئے۔ دین کی اشاعت کا ذریعہ ایک ہی ہے اور وہ دعوت ہے۔

(مولانا ابوالکلام آزاد: ترجمان القرآن ص: ۲۳۲ جلد دوم)

اس میں کچھ تردد شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسلمانوں نے اس حکم خداوندی اور عہد نامہ رسول کی پاسداری کی ہے، بلکہ ان احکامات و معاہدات کے مطیع و فرمانبردار بن کر رہے اور ان کا پورا پورا حق ادا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین نے مختلف اقوام و ملل سے جو معاہدے کیے اور ان کے ساتھ جو صلح نامے تیار کئے ان میں ہمیں اسلام کی وسعت نظری کا اندازہ اور دریا دلی کا ثبوت ملتا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ غیر اقوام کے لوگوں نے بھی اس چیز کو تسلیم کیا ہے کہ اسلام کس طرح سے غیر مذاہب کے لوگوں کا ادب و احترام محفوظ رکھتا ہے، انھیں کس طرح سے مذہبی آزادی، معاشرتی و تجارتی آزادی کی چھوٹ دیتا ہے۔ بطور مثال کچھ معاہدات و صلح نامہ حوالہ قرطاس کئے جاتے ہیں، اہل نجران کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے:

ولنجران وحاشيتهم جوار الله وذمة محمد النبى صلى الله على انفسهم وملتهم، وارضهم واموالهم وغائبهم وشاهدهم وغيرهم وبعثهم وامثلتهم لا يغير ما كانوا عليه ولا يغير حق من حقوقهم. (فتوح البلدان ص ۷۳)

ترجمہ: نجران کے عیسائیوں اور ان کے ہمسایوں کے لئے پناہ اللہ کی اور محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد ہے ان کے جانوں کے لئے، ان کے مذہب، ان کی زمین، ان کے اموال، ان کے حاضر و غائب، ان کے اونٹوں، ان کے قاصدوں اور ان کے مذہبی نشانات سب کے لئے جس حالات پر وہ اب تک ہیں اسی پر بحال رہیں گے۔ ان کے حقوق میں سے کوئی حق اور نشانات میں سے کوئی نشان نہ بدلا جائے گا۔

حضرت عمر نے اہل بیت المقدس کو جو صلح نامہ لکھ کر دیا تھا، اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

اعطاهم امانا لانفسهم واموالهم ولكنائسهم وصلبانهم وسقيمها وبريها وسائر ملتها انه لا يسكن كنائسهم ولا تهدم ولا ينتقص منها ولا من صلبهم ولا من شئى من اموالهم ولا يكرهون على دينهم ولا يضار احد عنهم. (تاریخ طبری فتح المقدس، ج ۴، ص ۱۵۹)

ترجمہ: ان کو امان دی ان کی جان و مال اور ان کے کنیسوں اور صلیبوں اور ان کے تندرستوں اور بیماروں کے لئے، یہ امان ایلیا کی ساری ملت کے ہے۔ عہد کیا جاتا ہے کہ ان کے کنیسوں کو مسلمانوں کا مسکن نہ بنایا جائے گا اور نہ ہی ان کو منہدم کیا جائے گا، نہ ان کے احاطوں اور ان کی عمارتوں میں کوئی کمی کی جائے

گی، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے اموال میں سے کسی چیز کو نقصان پہنچایا جائے گا، ان پر دین کے معاملے میں کوئی جبر نہ کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے گا۔

۱۴ھ میں فتح دمشق کا واقعہ پیش آیا، حضرت خالد بن ولید نے اس موقع سے جو امان نامہ لکھ کر اہل دمشق کو دیا، اس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

اعطاهم امانا على انفسهم واموالهم و كنائسهم وسور مدينتهم لا يهدم ولا يسكن شئ عن دورهم. (فتوح البلدان ص ۱۲۷-۱۲۸)

ان کو امان دی ان کی جان و مال کے لئے اور ان کے کنیسوں اور ان کے شہر کے فصیل کے لئے، ان کے مکانات میں سے نہ کوئی توڑا جائے گا اور نہ ہی مسلمانوں کا مسکن بنایا جائے گا۔

حضرت خالد بن ولید نے اہل عانات کو صلح نامہ لکھ کر دیا تھا:

لا يهدم لهم بيعة ولا كنيسة و على ان يضربوا نواقيسهم في اى ساعة شاؤا من ليل او نهار الا في اوقات الصلاة و على ان يخرجوا الصلبان في ايام عيدهم. (فتوح البلدان ص ۸۶)

ان کا کوئی معبد اور کوئی گرجا گھر منہدم نہ کیا جائے گا، رات دن میں جس وقت چاہیں اپنے ناقوس بجائیں، مگر اوقات نماز کا احترام ملحوظ رکھیں ان کو حق ہوگا کہ اپنے ایام عید میں صلیب نکالیں۔

اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ کیا اور ان کا کتنا پاس ولحاظ رکھا۔ اگر انھوں نے اسلامی ریاست میں رہنا قبول کر لیا اور ان سے عہد و پیمان ہو چکا تو اب ان کی حفاظت مسلمانوں کی ذمہ داری قرار پائی۔ اب کسی طرح کی ظلم وزیادتی کا ان کو شکار نہیں بنایا جاسکتا ہے۔ اس کا اندازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک سے ہوتا ہے:

الا من ظلم معاهدًا وانتقصه او كلفه فوق طاقته او اخذ منه شيئاً بغير طيب نفس فانا حجيجه يوم القيامة. (ابوداؤد: حدیث نمبر ۳۰۵۲)

"خبردار جس کسی نے معاہد (غیر مسلم) پر ظلم کیا یا اس کا حق غصب کیا یا اس کی استطاعت سے زیادہ اس سے کام لیا۔ اس کی رضا کے بغیر اس کی کوئی چیز لی تو بروز قیامت میں اس کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جھگڑوں گا۔ (القرطبی، الجامع لاحکام القرآن ج:۸، ص:۱۱۵)

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس کسی لشکر کو روانہ فرماتے اس کو یہ ہدایت دیتے تھے:

ولا تهدموا بيعة ولا تقتلوا الولدان ولا الشيوخ ولا النساء وستجدون اقوامًا حبسوا انفسهم في الصوامع فدعوهم، وما حبسوا انفسهم له وستجدون أخرين اتخذ الشيطان في رؤوسهم افحاصًا فاذا وجدتم اولئك فاضربوا اعناقهم.

کسی عبادت گاہ کو مت گرانا اور نہ ہی بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل کرنا، تمہیں بہت سے ایسے لوگ ملیں گے جنھوں نے اپنے آپ کو گرجا گھروں میں محبوس کر رکھا ہے اور دنیا سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا۔ ان کے علاوہ تمہیں کچھ دوسرے لوگ ملیں گے جو شیطانی سوچ کے حامل ہیں جب تمہیں ایسے لوگ ملیں تو ان کی گردنیں اڑا دینا۔ (البیہقی، السنن الکبریٰ، جلد ۹، ص: ۸۵، عبدالرزاق المصنف ۵-۱۹۹)

ایک دفعہ حضرت عمرو بن عاص والی مصر کے بیٹے نے ایک غیر مسلم کو ناحق سزا دی۔ خلیفہ وقت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب اس کی شکایت ہوئی تو انھوں نے سرعام گورنر مصر کے بیٹے کو اس غیر مسلم مصری سے سزا دلوائی اور ساتھ ہی فرمایا تم نے کب سے لوگوں کو اپنا غلام سمجھ لیا ہے حالانکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد جنا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیت المقدس کے کلیسا کے ایک گوشے میں نماز پڑھی، پھر خیال آیا کہ کہیں مسلمان میری نماز کو حجت قرار دے کر عیسائیوں کو نکال نہ دیں اس لئے ایک خاص عہد نامہ لکھوا کر بطریق (پادری) کو دیا۔ جس کی رو سے کلیسا کو عیسائیوں کیلئے مخصوص کر دیا گیا اور یہ پابندی لگا دی گئی کہ ایک ہی مسلمان کلیسا میں داخل ہوسکتا ہے اس سے زیادہ نہیں۔ (اسلامی ریاست، امین احسن اصلاحی، ص: ۲۹)

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"حضرت عبداللہ بن عباس کا فتوی بھی اس لحاظ سے تھا کہ اس وقت تک مسلمان اور دوسری قومیں اچھی طرح ملی بھی نہیں تھیں۔ لیکن جب یہ حالت نہیں رہی، تو وہ فیصلہ بھی نہیں رہا۔ چنانچہ خاص اسلامی شہروں میں اکثریت کے ساتھ گرجا، بت خانے، آتش کدے بنے کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔ بغداد خاص مسلمانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ وہاں کے گرجوں کے نام مجمع البلدان میں کثرت سے ملتے ہیں۔ قاہرہ میں جو گرجے بنے وہ مسلمانوں ہی کے عہد میں بنے۔ (رسائل شبلی)

اسلام قطعی طور پر مذہب کے سلسلہ میں جبر واکراہ کو سرے سے خارج قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ اسلام صرف ظاہری و روایتی رسوم کا نام نہیں ہے بلکہ وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی دعوت و تبلیغ کا نشیمن بنانا چاہتا ہے۔ وہ انسان کے خرمن دل کو نور ایمانی سے منور کرنا چاہتا ہے۔ کیسا اسلام اسے درکار ہے کیسے دین و مذہب کا متقاضی ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی اپنے مقالہ "ہندوستان میں اسلام کی اشاعت کیوں کر ہوئی" میں لکھتے ہیں: "تمام دنیا کے مذاہب میں صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے یہ فلسفہ دنیا میں ظاہر کیا کہ "مذہب یقین کا نام ہے اور یقین تلوار کی دھار اور نیزہ کی نوک سے نہیں پیدا کیا جاسکتا" (بحوالہ غیر مسلموں سے تعلقات اور مذہبی رواداری، مفتی سرور فاروقی،

جمعیت پیام امن)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلاطین اسلام مذہبی آزادی اور رواداری کے ایسے نقوش چھوڑ گئے جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا کی (قدیم وجدید تاریخ) قاصر ہے، غزوۂ خیبر میں جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا اس میں توریت کے متعدد نسخے تھے۔ یہودیوں نے درخواست کی وہ ان کو عطا کردیئے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ سب صحیفے ان کے حوالے کردیئے جائیں۔ یہودی فاضل ڈاکٹر اسرائیل ولفنسون اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"اس واقعہ سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان مذہبی صحیفوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کس درجہ احترام تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رواداری اور فراخ دلی کا یہودیوں پر بڑا اثر پڑا۔ وہ آپ کے اس احسان کو کبھی بھول نہیں سکتے کہ آپ نے ان کے صحیفوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جن سے ان کی بے حرمتی لازم آتی ہو۔ اس کے بالمقابل انہیں یہ واقعہ بھی خوب یاد ہے کہ جب رومیوں سے یروشلم کو سن ۷۰ قبل مسیح میں فتح کیا تھا تو انھوں نے ان مقدس صحیفوں کو آگ لگادی اور ان کو اپنے پاؤں سے روندا۔ اسی طرح متعصب نصرانیوں نے اندلس میں یہودیوں پر مظالم کے دوران توریت کے صحیفے نذر آتش کیے، یہ ہے وہ عظیم فرق جوان فاتحین (جن کا ابھی ذکر گذرا ہے) اور اسلام کے نبی کے درمیان ہمیں نظر آتا ہے۔ (تاریخ الیہود فی بلاد العرب ص ۱۷۰) (ماخوذ رسول اللہ کی انسانیت نوازی عبدالعلیم حبیب ندوی، ادارہ احیاء علم لکھنؤ)

ایک اور فاضل مؤرخ مسٹر جیسن جو ایک بے باک تاریخ داں ہیں جنھوں نے موجودہ دور کے تمام عیسائیوں اور مسلم مؤرخوں کی تحریروں کا بہت ہی باریک بینی سے اور ناقدانہ مطالعہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت فراخدلی کے ساتھ اسلامی مملکت میں آباد عیسائیوں کی جان، ان کی تجارت اور ان کے مال و اسباب اور مذہبی امور کی ادائیگی اور ہر قسم کے تحفظ کی ضمانت دے دی اور رواداری کے اصول پر نہ صرف خلفائے راشدین ہی نے پوری سختی سے عمل کیا تھا بلکہ تمام عرب حکمراں بھی رواداری کے اس اصول پر کاربند رہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے عروج کی تاریخ رواداری، بے توجہی اور ان کے اعلیٰ قدروں کو اجاگر کرنے کی تاریخ ہے۔ اس دور کی مسلمانوں کی سلطنتیں ستم رسیدہ، یہودیوں اور نسطوری، یعقوبی اور دوسرے عقائد رکھنے والے عیسائیوں کی پناہ گاہ تھیں اور ان کے مذہبی عقائد سے اختلاف کے باوجود مسلم ممالک میں انھیں پناہ لینے کی کھلی آزادی تھی۔ بلکہ انھیں مذہبی فرائض کی ادائیگی اور اپنی عبادت گاہوں کو تعمیر کرنے کی بھی آزادی حاصل تھی"۔ (بحوالہ اسلام اور رواداری ص:۵۹، دعوت، دہلی ۱۳ ستمبر ۱۹۸۳)

ہملٹن نامی ایک انگریز سیاح جو بادشاہ عالمگیر کے زمانے میں ہندوستان آیا تھا وہ اپنے سفرنامے میں مختلف شہروں کا

عینی مشاہدہ درج کرتے ہوئے شہر ٹھٹھ کے متعلق لکھتا ہے:

"حکومت کا مسلمہ مذہب اسلام ہے، لیکن تعداد میں اگر دس ہندو ہیں تو ایک مسلمان ہے، ہندوؤں کے ساتھ مذہبی رواداری پوری طرح برتی جاتی ہے۔ وہ اپنے برت رکھتے ہیں، پوجا پاٹ کرتے ہیں اور تہواروں کو اسی طرح مناتے ہیں جیسے کہ اگلے زمانے میں مناتے تھے۔ جبکہ بادشاہت ہندوؤں کی تھی۔

(سفر نامہ ہملٹن، ج:۱،ص:۱۲۷-۱۲۸)

سر ولیم مور نے لکھا:

"رسول خدا نے بنی حارث اور نجران کے پادریوں کو پوری مذہبی آزادی دینے کا اقرار کیا تھا۔ وہ اپنے طریقے پر اپنے گرجاؤں میں جس طرح چاہیں عبادت کریں بشپ اور راہب اپنی جگہ پر بحال رہیں جب تک یہ لوگ امن وامان کے ساتھ رہیں ان کے ساتھ کچھ تعرض نہ ہوگا۔ (لائف آف محمد جلد دوم ص ۲۹۹)

دین و مذہب کے سلسلے میں مسلمانوں کے ساتھ دوسری اقوام نے کیا سلوک و برتاؤ کیا، کس طرح سے انھیں مذہبی جبر واکراہ کا شکار بنایا اس کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں آج تک محفوظ ہے کہ اندلس کی سرزمین پر مسلمانوں نے کئی سو سال تک حکومت کی اور وہاں کے چپہ چپہ پر اسلامی تہذیب وثقافت کی یادگاریں قائم کیں۔ لیکن جب حکومت واقتدار ان کے ہاتھوں سے نکل گیا اور ادبار نے ان کو آگھیرا تو عیسائیوں نے ان کے ساتھ کیسی سفاکی و درندگی کا مظاہرہ کیا۔ ایک انگریز مورخ کی زبانی سنئے وہ لکھتا ہے:

"غرناطہ کے سقوط کے بعد ان تمام عربوں کی موت تھی۔ جنھوں نے اسپین پر سات سو اکیاسی (۷۸۱) سال (۷۱۱-۱۴۹۲) تک حکومت کی، فردی ننڈ سے معاہدہ تو ضرور ہو گیا تھا، لیکن اس پر عمل کرنے کا اس کا مطلق ارادہ نہ تھا۔ اس نے غرناطہ پر قبضہ کرلیا۔ یہی اس کی زندگی کا مقصد تھا، وہ اپنی سیاسی زندگی میں ذاتی مفاد کی خاطر ہر چیز کو قربان کر سکتا تھا۔ اس نے سوچ رکھا تھا کہ وہ عربوں کو مجبور کرے گا کہ وہ اپنے مذہب اور طرزِ زندگی کو ترک کر کے یہاں کے باشندوں میں ضم ہو جائیں۔ وہ اپنے مذہبی قوانین میں تبدیلی اس طرح کرتا رہا کہ سارے مسلمان کیتھولک بنے رہیں۔ مسلمانوں پر عبادت کرنے کی پابندی عائد کی گئی۔ پھر وہ کھل کر اس اعلان کے ساتھ سامنے آگیا کہ وہ مسلمان جو عیسائیت قبول نہ کریں ملک بدر کر دیئے جائیں۔ غرناطہ میں کہرام مچ گیا، مگر کوئی ساعت نہیں ہوئی مسلمان گرجا جاتے عیسائیوں کی طرح عبادت کرتے، مگر گھر آکر توبہ استغفار کرتے۔" (ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ششم حصہ دوم ص ۲۵۸)

سنگدلی اور بے رحمی کی یہی تاریخ صقلیہ میں بھی دہرائی گئی۔ جہاں عربوں نے دو سو سال تک حکومت کی تھی۔ لیکن جب ۱۰۷۲ میں پلرمو کی لڑائی میں شکست ہوئی تو جس طرح مسلمانوں کو تباہ کیا وہ بھی ایک مؤرخ کی زبانی سنئے:

"پلرمو میں پانچ سو مسجدیں تھیں، ان کو منہدم کر کے گرجا گھر میں تبدیل کر دیا گیا۔ وہاں علماء صوفیا اور حکماء کی جتنی قبریں تھیں، سب نیست و نابود کر دی گئیں۔ چارلس دوم کے زمانے میں سسلی کے مسلمانوں کو زبردستی عیسائیوں کا بپتسمہ دیا گیا۔ نوسیرا اور بوسیرا کے مسلمانوں کی تعداد اسّی (۸۰) ہزار تھی ان کو زبردستی عیسائی بنالیا گیا۔ ساری جگہیں مسلمانوں سے خالی کرالی گئیں۔ (ہسٹری آف ورلڈ ۹۰/۸۲)

اسلام نے دوسرے مذاہب و ادیان کے ماننے والوں کو کتنا عزت و توقیر سے نوازا، ان کو کس طرح کی مذہبی آزادی دی اور کس طرح ان کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھا۔ اس کے بالمقابل مسلمانوں کے ساتھ دوسرے مذاہب کے لوگوں نے کیا طریقہ کار اپنایا کس طرح سے ان کی عزت و ناموس سے کھلواڑ کیا اور ان کے مذہبی حقوق کو چھین لیا اور ان کو اپنا دین و مذہب ماننے پر مجبور کیا۔ ہم نے انھیں کی زبانی مندرجہ بالا سطروں میں ملاحظہ کیا ہے۔ یہ ہے وہ واضح فرق اسلام میں اور دوسرے ادیان و مذاہب میں اسلام جیسی وسعت قلبی دنیا آج تک پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قرآن کریم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین و سلاطین اسلام نے مذہبی آزادی کے معاملے میں جس وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے اور جتنا انھوں نے دین و مذہب کے سلسلہ میں استغنا سے کام لیا اس کی مثال اور کہیں دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ دوسرے مذہب کی تعلیمات میں اور ان کے ماننے والوں میں مذہبی امور کو انجام دینے کی اس طرح کی آزادی دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ مذہبی آزادی اسلام میں کتنی ہے اس کے ثبوت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے کوئی کمیٹی یا کوئی ادارہ قائم نہیں کیا گیا۔ اسلامی ریاست میں یہود و نصاریٰ پوری آزادی کے ساتھ مذہبی امور کو ادا کرتے تھے، ان کو بھی ملت اسلامیہ میں وہی حقوق حاصل تھے جو خود مسلمانوں کو حاصل تھے ان کے جان و مال کی وہی قدر و قیمت تھی جو ایک مسلمان کے جان و مال کی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے اگر اس قسم کی تدبیریں کی جاتیں جو دوسرے ادیان و مذاہب کی ترویج و اشاعت کیلئے اختیار کی گئی ہیں، تو بلاد اسلام میں کسی غیر مذہب یا اس کے ماننے والوں کا وجود بھی باقی نہ رہتا۔ اسلام کی ذاتی خوبیوں اور سادہ تعلیم کے ساتھ اگر سامانِ رضا و رغبت کو بھی جمع کر دیا جاتا تو کیا ایک بھی ایسا انسان باقی رہ جاتا جو اسلام کو قبول نہ کر لیتا۔ کیا جس طرح "اندلس" (اسپین) جیسا وسیع ملک جہاں کروڑوں مسلمان تھے پھر مسلمانوں سے خالی ہو گیا۔ روم، شام، عراق، ہند و سندھ وغیرہ اور خود "اندلس" کا ہی حال پامال نہ ہوتا، تا آنکہ سوائے اسلام کے دوسرے مذاہب و ادیان کا نام و نشان مٹ چکا ہوتا، لیکن ایسا ہرگز نہ ہوا۔

بہر حال اسلام نے مساوات اور مذہبی آزادی کے وہ فراخدل اصول و ضابطے تیار کیے جن کی وجہ سے سلطنت اسلامیہ کے عروج کے زمانہ میں یہودی و عیسائی اور دوسرے مذاہب کے ماننے والے ایک ساتھ رہتے تھے اور بڑے بڑے عہدے حاصل کرنے میں مسلمانوں سے مزاحمت کرتے تھے۔